اگر حالات اسی طرح رہے تو خدشہ ہے کہ ۱۵ سے ۲۰ سال کے دوران ان علاقوں میں مسیحیوں کی تعداد مزید علامتی سی رہ جائے گی۔ ان علاقوں سے گرجا گھر، مقدسوں کے مزار، تاریخی دستاویزات اور لٹریچر ناپید ہو جائے گا۔ ان علاقوں سے مسیحیوں کے انخلاء کی بڑی وجوہات یہ ہیں۔ (۱) سیاسی بے چینی اور سول وار (۲) مالی مشکلات (۳) مذہبی تعصب (۴) اسلامی بنیاد پرستی کا بڑھتا ہوا رجحان

کاریتاس یروشلم کے کلوڈٹ ہیچ کہتے ہیں کہ چرچ اپنے ممبران کو اس بات کی تعلیم دے کہ ان کی اس خطے میں موجودگی کی کیا اہمیت ہے اور انہیں زمین کے ساتھ تعلق قائم کرنے کے عمل میں مدد دے۔ لیکن سیاسی بے چینی خصوصاً فلسطینی - اسرائیلی ٹکراؤ مسیحیوں کے انخلاء کے کم نہ ہونے کی ایک اہم وجہ ہے۔

عمان (اردن) کے فادر موسیٰ عدیلی کہتے ہیں کہ لوگوں کو اس بات کی تعلیم دی جائے کہ جب وہ کسی دوسرے علاقے میں ہجرت کرتے ہیں تو انہیں بے روزگاری، مکان اور سماجی صورت حال جیسے معاملات سے کیسا واسطہ پڑے گا۔ ان کی مدد کی جائے اور ان کے لیے ترقیاتی منصوبے شروع کیے جائیں تاکہ وہ دوسرے ممالک کو جانے کا خیال ترک کر دیں۔ مسیحیوں کی مدد کی جائے تاکہ وہ اپنی مقامی ثقافت میں اپنے ایمان کا اظہار کر سکیں اور اپنی سماجی ذمہ داریوں کو پہچان سکیں۔ مسیحیوں کے حقوق (تحفظ، برابری اور آزادی) کا تحفظ کیا جائے۔

اگر عرب ممالک میں جمہوریت کا آغاز ہو جائے تو ممکن ہے مسیحی اسی سرزمین پر ہی رہنے کو ترجیح دیں۔ اگر مقامی مسیحی ان ممالک میں نہیں رہتے تو وہاں مسیحی گواہی ختم ہو سکتی ہے۔ ("اچھا چرواہا"، ملتان، مارچ ۱۹۹۴ء)

ایشیا

بنگلہ دیش میں مسیحیت

[جریدہ "اچھا چرواہا" (ملتان) نے مارچ ۱۹۹۴ء کی اشاعت کے لیے "ایشیا کی کلیسیائیں" کا موضوع چُنا ہے۔ ایک مضمون "بنگلہ دیشی مسیحی" کے زیر عنوان شامل اشاعت ہے۔ ذیل میں اس کا سخری حصہ نقل کیا جاتا ہے جو بنگلہ دیش کی مسیحی آبادی اور اس کی سرگرمیوں سے متعلق ہے۔ مضمون نگار کا یہ لکھنا کہ خلیج کی جنگ کے زمانے میں بنگلہ دیشی مسلمان مسیحیوں کے خون کے پیاسے ہو گئے تھے، چنداں درست نہیں۔ مضمون نگار نے اس کا کوئی ثبوت فراہم نہیں کیا۔ شاید ناقص اطلاعات اور

تصورات کے تحت یہ لکھ دیا گیا ہے۔ مدیر]

[بنگلہ دیش میں] مسیحی نہایت قلیل تعداد (۳ء۰ فیصد) میں ہیں۔ جبکہ مسلمان اکثریت (۸۶٫۶ فیصد) میں ہیں۔ اقلیتوں میں سب سے زیادہ تعداد میں ہندو ہیں جو ۱۲ فیصد ہیں، تاہم کلیسیا اپنے اسکولوں، ہسپتالوں، امدادی اور ترقیاتی اداروں اور دوسرے رفاہی اداروں کے ذریعے بنگلہ دیش میں اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ کاتھولک کلیسیا کا تعین کردہ سماجی خدمت کا ادارہ "کاریتاس بنگلہ دیش" ضرورت کے وقت امدادی کام کے علاوہ ذات پات اور مذہب کی تفریق سے بالاتر ہو کر تمام لوگوں کی ترقی کے لیے کام کرتا ہے۔

"ورلڈ وژن آف بنگلہ دیش" اور "بنگلہ دیش رورل ایڈوانسمنٹ کمیٹی" ایسے ادارے ہیں جو ابتدائی تعلیم، قائدانہ تربیت، تحریک خود آگاہی، زراعت اور ابتدائی حفظان صحت کے پروگراموں کی مدد سے گاروقبائل کو اپنی مدد آپ کے تحت کام کرنے کے قابل بنا رہے ہیں۔ اسی طرح کلیسیائی گروہ اور ادارے دیگر ترقیاتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ دیہاتوں میں تعلیم اور حفظان صحت کے پروگرام اور امداد باہمی کی انجمنوں کا قیام ایسے کام ہیں جن میں کلیسیا کا بڑا ہاتھ ہے۔

کلیسیائی قائدین اور گروہ بنگلہ دیش میں انسانی حقوق کی تنظیم CCHRB میں بڑا اہم کردار ادا کرتے ہیں جو ملک میں ۳۰ دیگر غیر سرکاری تنظیموں کی انسانی حقوق کے بارے میں کاموں کی نگرانی کرتی ہے۔ CCHRB اس بات کا بھی خیال رکھنے میں مدد دیتی ہے کہ ملک میں انتخابات آزادانہ اور منصفانہ ہوں۔ کلیسیائی گروہ انسانی حقوق کے لیے دیگر بہت سے طریقوں سے بھی کام کرتے ہیں۔ خواتین اور نوجوانوں کو تربیت دی جاتی ہے اور اب وہ اس قابل ہیں کہ نسلی امتیاز اور ظلم کے خلاف آواز بلند کر سکیں۔ نوجوانوں میں ایک بڑی تبدیلی یہ بھی دیکھنے میں آئی ہے کہ وہ اپنے آپ کو غریبوں کی خدمت کے لیے وقف کر رہے ہیں۔ بنگلہ دیش میں کاتھولک کلیسیا کی تاریخ خلیج بنگال میں مغربی ہندوستان یعنی گوا سے ۱۵ویں صدی کے اوائل میں پرتگالی تاجروں کی آمد کے ساتھ شروع ہوئی۔

جیزوٹ مشنریوں نے ۱۶۰۰ء میں ایک گرجا گھر چندلکان کے مقام پر بنایا۔ جو اب جنوب مغربی حصے میں ضلع ست کھیرا میں ایشوری پور کے نام سے مشہور ہے۔ انہوں نے ۱۶۰۱ء میں چٹاگانگ میں ایک اور گرجا گھر تعمیر کیا۔ جیزوٹ فادر فرانسکو فرینینڈس اور آگسٹین، فادر برنارڈو اجیرز کلیسیا کے اولین شہید تھے، جنہیں چٹاگانگ میں ۱۶۰۲ء اور ڈھاکہ میں ۱۶۲۳ء میں بالترتیب شہید کر دیا گیا۔

سترہویں صدی کے دوسرے نصف حصے میں ایک مقامی ہندو نو مسیحی انتھونی ڈی روزاریو نے بڑے جوش سے انجیل کی منادی شروع کر دی اور ڈھاکہ کے شمال میں بھامل کی سلطنت میں تقریباً ۳۰۰۰۰ چھوٹی ذات کے ہندوؤں کو مسیحیت کے دائرے میں داخل کیا۔ آگسٹینی، ڈومنیک، ہولی کراس،

جیزوٹ اور بعد ازاں پاپائی کاہنوں کے علاوہ سلیسیائی اور زیویرائی کاہنوں نے ان علاقوں میں خدمت انجام دی اور کاتھولک مسیحیوں کی تعداد کافی بڑھ گئی۔

یکم ستمبر ۱۸۸۶ء کو ڈھاکہ کی ڈایوسیس بنائی گئی اور اب بنگلہ دیش میں کل چھ ڈایوسیس ہیں۔ جن کے سربراہان مقامی بنگلہ دیشی بشپ ہیں۔ ۱۹۹۰ء میں بنگلہ دیش کی کاتھولک کلیسیا میں ۱۹۵۰۲۳ ارکان، ۶۸ پیرشیں، ۱۹۳ فادر صاحبان (۱۰۶ مقامی، ۸۷ غیر ملکی)، ۵۳ برادر صاحبان (۲۹ مقامی، ۲۴ غیر ملکی)، ۶۹۵ راہبات (۵۶۶ مقامی، ۱۲۹ غیر ملکی) اور ۱۰۵۳ مقامی مناد صاحبان تھے۔ پچھلی دھائی کے دوران سے مختلف حلقوں سے کئی بنگلہ دیشی راہبات افریقہ، ایشیا اور بحرالکاہل کے علاقوں میں خدمت کا کام انجام دے رہی ہیں۔

کلیسیا کی یہ جدوجہد رہی ہے کہ مختلف طریقوں سے دوسری غیر مسیحی اکثریتی قوموں کے بیچ وہ ایک بالکل مقامی کلیسیا بن کر رہے۔ خلیجی جنگ کے دوران عراق کے شدید حامی جذبات نے بنگلہ دیش میں مسیحیوں کے خلاف غم و غصے کی ایک تیز لہر دوڑادی۔ عراق کے خلاف اتحادی فوجوں کے ردعمل کو، مسیحی دنیا کی طرف سے ایک اسلامی ملک کے خلاف جارحیت کے تناظر میں دیکھا گیا۔ بنگلہ دیشی مسلمان عراق کی حمایت میں مسیحیوں کے خون کے پیاسے ہوگئے۔

کلیسیا کا کام اس قسم کے شکوک و شبہات کا خاتمہ ہے۔ عالمگیر اور بین المذہبی امور کے بنگلہ دیشی کاتھولک بشپ صاحبان کا کمیشن، بین المذہبی مکالمہ کو بڑھانے کے لیے تربیتی کورسوں، سیمینار اور دعائیہ اجتماعات کا اہتمام کرتا ہے اور انفرادی میل جول اور گفت و شنید کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

پاکستان: توہینِ رسالت ﷺ کا واقعہ اور ایک ملزم کا قتل

[۵ اپریل ۱۹۹۴ء کو ایک شخص منظور مسیح کو جس پر توہینِ رسالت کے الزام میں مقدمہ چل رہا تھا، قتل کر دیا گیا۔ اِس قتل کے پس منظر پر مولانا زاہدالراشدی کے زیرِ نظر مضمون سے روشنی پڑتی ہے۔ مدیر]

روزنامہ "نوائے وقت" لاہور ۱۳ جنوری ۱۹۹۴ء کی خبر کے مطابق لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس ایس - ایم - زبیر نے توہینِ رسالت مآب ﷺ کے مقدمہ میں ملوث دو عیسائیوں منظور مسیح اور رحمت مسیح کی ضمانت منظور کرلی ہے۔ اس کیس کے تیسرے ملزم سلامت مسیح کی ضمانت اس سے قبل سیشن